مولانا سید عبد الغفار حسن

دین میں غلو

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ" (المائدۃ: ۷۷)

"اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں غلو مت کرو، ناحق طور پر، اور نہ پیروی کرو اُن لوگوں کی خواہشات کی جو پہلے سے گمراہ ہو چکے ہیں، جنہوں نے بہت سوں کو گمراہ کر ڈالا ہے اور خود بھی سیدھے راستے سے بھٹک گئے ہیں۔"

"غلو" کے معنی ہیں "حد سے بڑھ جانا"۔ مثلاً اگر کسی چیز کا وزن پاؤ بھر ہے اور ہم کہیں کہ سیر بھر ہے تو یہ غلو کی ایک شکل ہے۔ یا شریعت میں ایک کام ہے تو مستحب کے درجہ میں، یعنی ایک پسندیدہ کام ہے، مگر اسے فرض اور واجب کا درجہ دے دیا جائے تو یہ بھی ایک طرح کا غلو ہے۔ یا ایک چیز حلال ہے اور اسے اپنے اوپر حرام کر لیا جائے، دین داری یا تقویٰ کے خیال سے، تو یہ بھی غلو ہے۔ غرض کسی چیز یا کسی بات کو جائز حد سے بڑھانا "غلو" ہے۔

غلو کی دو بڑی قسمیں ہیں:

۱۔ تقویٰ اور تدیّن میں غلو

غلو کی ایک شکل وہ ہے جو تقویٰ اور دین داری کے نام پر ہوتی ہے۔ بعض احادیث میں اس امر کی تشریح ہے کہ تقویٰ، دین داری اور روحانیت کی طلب میں غلو کیسے پیدا ہوتا ہے؟ اس کی مثالیں آپ کے سامنے آئیں گی۔

۲۔ شخصیات میں غلو

دینی شخصیات، خصوصاً وہ شخصیات، جنہوں نے اپنے دور میں دین کی نمایاں خدمت کی ہو، ان کے مرتبے کو حد سے بڑھا دینا "غلو فی الشخصیات" (یعنی شخصیات میں غلو) کہلاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے شخصیت پرستی بھی کہہ سکتے ہیں۔ خدا پرستی کے بجائے شخصیت پرستی غلو فی الشخصیات ہے۔

مختصر یہ ہے کہ انسان یا تو تقویٰ اور تدیّن میں غلو کرتا ہے یا شخصیات میں۔ اور دونوں ہی شریعت کی نگاہ میں مذموم اور ناپسندیدہ ہیں۔

انسانی زندگی کے کئی شعبے یا پہلو ہیں، مثلاً روحانی، معاشی، معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی۔ ہر شعبے میں غلو کیا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے غلو اتنا وسیع مضمون ہے کہ چند صفحات میں سمیٹا نہیں جا سکتا۔ تاہم کوشش کی جائے گی کہ اس کے بارے میں موٹی موٹی اور اہم باتیں قارئین کے سامنے آ جائیں۔

غُلُوّ، کا لفظ عربی زبان میں "غَلَا یَغْلُوْ" سے ہے، جس کے معنے ہیں: "حد سے بڑھ جانا" اسی کا ایک مصدر "غَلَاءٌ" (ہمزہ کے ساتھ) آتا ہے، جس کے معنی ہیں "چیزوں کی قیمتوں میں گرانی پیدا ہونا" مثلاً "غَلَا السِّعْرُ" کے معنے ہیں: "بھاؤ چڑھ گیا" اب صورتِ حال یہ ہے کہ چیزوں کی قیمتیں بڑھ جائیں تو ہر شخص پریشان ہو جاتا ہے مگر دین میں غلو ہو جائے تو کسی کو پرواہ تک نہیں ہوتی، اس لیے کہ دلوں میں دین کی کوئی اہمیت نہیں رہی۔

اصل میں فعل تو ایک ہی ہے "غَلَا"، مگر اس کے مصدر دو ہیں: ایک "غَلَاءٌ" جس کے معنے ہیں "قیمتوں کا بڑھنا"، اور دوسرا "غُلُوّ"، جس کے معنی ہیں "کسی کو قدر و منزلت اور تعظیم و اکرام کے لحاظ سے حد سے بڑھا نا"۔ ایک اور فعل ہے "غَلیٰ یَغْلِیْ، غلیانًا" جس کے معنے ہیں "ہنڈیا کا جوش میں آنا"۔ مثلاً "غَلَتِ الْقِدْرُ" کے معنے ہیں "ہنڈیا میں اُبال آیا"۔ انسان جب غصہ میں حد سے بڑھ جائے تو کہتے ہیں: "قَدْ غَلیٰ غَضَبُہٗ غَلْیَانًا"، یعنی "اس کا غصہ حد سے بڑھ گیا"، یا "وہ غصے سے اس طرح کھولنے لگا جیسے آگ پر رکھی ہوئی ہنڈیا کھولتی ہے"۔ مختصر یہ ہے کہ لغت کے لحاظ سے غلو کا لفظ حد سے بڑھنے کے لیے آتا ہے۔ یہ حد سے بڑھنا خواہ تعظیم و توقیر کے لحاظ سے ہو، یا توہین کے لحاظ سے، یا کسی اور شکل میں ہو۔

ہمارے ہاں "افراط و تفریط" کے الفاظ عام مستعمل ہیں، اُن کی وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ "افراط" "غلو" کا ہم معنیٰ ہے۔ "اَفْرَطَ یُفْرِطُ اِفْرَاطًا" کے معنی ہیں "حد سے بڑھ جانا"۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں آتا ہے:

"وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا" (الکہف: ۲۸)

"اس کا معاملہ حد سے بڑھا ہوا ہے"۔

حضرت موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ فرعون کے پاس جاؤ، تو انہوں نے عرض کیا:

"رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى۔" (طٰہٰ : ۴۵)

"اے ہمارے رب ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی کرے گا۔"

"تفریط" کے معنی کم کرنے کے ہیں۔ اگر کسی چیز کا وزن سیر بھر ہو اور آپ اسے آدھا سیر کہیں تو یہ "تفریط" ہے۔ افراط کا لفظ اردو میں بھی بولا جاتا ہے، چنانچہ جب کرنسی، یعنی کاغذی نوٹوں میں اضافہ ہو جاتا ہے تو آپ اُسے "افراطِ زر" کہتے ہیں۔ افراط مستلزم ہے تفریط کو۔ افراطِ زر کی وجہ سے تفریط کہاں ہوتی ہے؟ سونے کی مقدار میں! حکومت کے پاس سونے کی مقدار میں کمی واقع ہو جاتی ہے تو کاغذی سکے بڑھ جاتے ہیں۔ غرض اگر ایک جانب افراط کی جائے گی تو دوسری طرف تفریط ہو جائے گی۔ تفریط کا لفظ قرآنِ مجید میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بن یمین کو اپنے پاس روک لیا تو سوتیلے بھائیوں میں سے سب سے بڑے نے کہا:

"وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ۔" (یوسف : ۸۰)

یعنی "اس سے پہلے تم سے یوسفؑ کے معاملہ میں جو بڑی کوتاہی ہو چکی ہے"
اس کو دیکھتے ہوئے میری ہمت تو نہیں پڑتی کہ بن یمین کو چھوڑ کر باپ کے سامنے
جاؤں۔ ایک اور جگہ پر آتا ہے:

"مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ۔" (الانعام : ۳۸)

یعنی "ہم نے اس کتاب میں کوئی کمی نہیں رکھی" یہ کتاب کامل ہے۔
ایک اور مقام پر آتا ہے، قیامت کے دن مجرمین کہیں گے۔

"يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ۔" (الزمر : ۵۶)

یعنی "ہائے افسوس، میں نے اللہ کی اطاعت میں کوتاہی کی۔"

تو یہ مختلف مثالیں ہیں جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ "افراط" کے معنی ہیں "زیادتی" اور "تفریط" کے معنی ہیں "کم کرنا"۔ غلو اور افراط دونوں ہم معنی الفاظ ہیں جب انسان دین میں اپنی طرف سے اضافہ کرتا ہے تو یہ غلو کی ایک شکل ہوتی ہے جب تک انسان قرآن و حدیث کے احکام پر چلتا رہتا ہے، اپنے آپ کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھتا ہے اور افراط و تفریط سے اپنے آپ کو بچائے رکھتا ہے لیکن جب شریعت کا دامن چھوڑ دیتا ہے اور اپنی خواہشات یا گمراہ قوموں کی خواہشات کی پیروی کرنے لگتا ہے تو وہ دین میں اضافہ کرتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ اضافہ ہی اصل دین بن جاتا ہے۔ اور اصل دین کا دامن ہاتھوں سے چھوٹ جاتا ہے، جس کی بہت سی مثالیں ہمارے

اور آپ کے سامنے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :

وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَھْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ " (المائدۃ : ۷۷)

یعنی "ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے گمراہ ہو چکے ہیں"۔

اس آیت میں خطاب نصاریٰ سے ہے، جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پائے جاتے تھے۔ قوم سے یہاں اشارہ پال اور اس کے ساتھیوں کی طرف ہے، جنہوں نے نصرانیت کا حلیہ بگاڑا اور تثلیث کا عقیدہ جاری کیا، گمراہی کو نصرانیت کا جامہ پہنانے کی کوشش کی۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اس آیت میں نصاریٰ کو ہدایت دی گئی ہے کہ اصل کتاب انجیل، جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، اس کی پیروی کرو۔ انجیل کی پیروی کے معنی دراصل قرآن مجید کی پیروی ہے، کیونکہ بائبل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پیش گوئیاں موجود ہیں۔ کسی گمراہ شخص یا گمراہ قوم کی پیروی کرنا بھی غلو ہی کی ایک شکل ہے، اس کی وجہ سے انسان سیدھے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔

اس آیت میں خطاب اگرچہ اہلِ کتاب سے ہے، لیکن مراد نصاریٰ ہیں۔ یہود اور نصاریٰ میں فرق یہ ہے کہ یہود میں تفریط بھی ہے اور افراط بھی، لیکن تفریط نمایاں ہے۔ اس کے برعکس نصاریٰ میں افراط نمایاں ہے، عبادت میں غلو، تدین میں غلو اور شخصیات میں غلو۔ یہود کے بارے میں قرآنِ مجید میں آتا ہے :

وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ۔ " (التوبۃ : ۳۰)

"یہود نے کہا عزیرؑ اللہ کا بیٹا ہے"۔

انہوں نے ایک طرف شخصیات میں غلو کیا اور اللہ کے ایک نبی کو اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تفریط کی کہ وہ انہیں شریف انسان ماننے کے لیے بھی تیار نہیں۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر گھناؤنے الزام لگائے، یہ تفریط ہے۔ اسی لیے قرآنِ مجید میں یہود کے لیے "اَلْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ" کا لفظ آیا ہے۔ سورۂ فاتحہ میں آتا ہے کہ "(اللہ) ہمیں ان کا راستہ دکھا جو مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ نہیں ہیں"۔ مغضوب علیہم کی پہلی صف میں کون لوگ آتے ہیں؟ یہودی۔ اس کے بعد آتا ہے : "وَلَا الضَّآلِّیْنَ" یعنی "اور نہ ہمیں بھٹکنے والوں کی راہ پر چلا"۔

غرض دین کے معاملے میں نہ افراط مطلوب ہے اور نہ تفریط۔ دونوں ناپسندیدہ ہیں۔ تفریط سے فسق و فجور پیدا ہوتا ہے، الحاد اور کفر پیدا ہوتا ہے اور افراط سے شرک پیدا ہوتا ہے، بدعتیں رونما ہوتی ہیں۔ بدعت کا مٹانا بڑا مشکل کام ہے۔ بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ شراب حرام ہے، لیکن پیتے ہیں، غلط ماحول کے زیر اثر یا غلط عادت کی بنا پر۔ مگر وہ شراب نوشی کو دین نہیں سمجھتے۔ یہ فسق ہے لیکن جو لوگ شراب نوشی یا منشیات کے استعمال کو دین سمجھتے ہیں، جیساکہ آج کل بعض مزاروں پر ہوتا ہے، تو یہ بدعت ہے۔ اس کو روکنا، اس پر نکیر کرنا بڑا مشکل کام ہے، کیونکہ اسے دین کا جزو بنالیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس دین کے خلاف کچھ کہنا، ان کے نزدیک بہت بڑا جرم ہے، اس لیے بدعت فسق سے زیادہ خطرناک ہے۔ بدعت افراط و تفریط ہی سے پیدا ہوتی ہے اور یہی بدعت بڑھتے بڑھتے شرک کی طرف لے جاتی ہے۔

قرآن مجید نے اہل کتاب کو مخاطب کرکے فرمایا ہے:

يَآ أَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ ط إِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ۔ الآية! (النساء:۱۷۱)

"اے اہلِ کتاب، اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ سے حق کے سوا اور کوئی بات منسوب نہ کرو۔ مسیح عیسیٰ ابنِ مریم تو بس اللہ کے ایک رسول اور اس کا ایک کلمہ ہیں۔"

قرآنِ مجید میں دو جگہ اہلِ کتاب کو مخاطب کرکے کہا گیا ہے کہ " لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ " (یعنی اپنے دین میں غلو نہ کرو) ایک سورۂ نساء آیت: ۱۷۱ میں اور دوسرے سورۂ مائدہ، آیت ۷۷ میں۔ دونوں جگہ فرمایا کہ " دین میں غلو مت کرو عیسیٰ علیہ السلام، مریم کے بیٹے ہیں، ان کو خدا مت بناؤ "۔ یہ غلو فی الشخصیات ہے۔ کسی فقیہ یا مجتہد یا صحابی کو امامِ معصوم بنا دینا، اللہ کے نبی اور رسول کو خدا کا شریک یا خدا بنا دینا جس بزرگ کی صرف تعظیم مطلوب ہو، اس کی عبادت شروع کر دینا، یہ اور اس طرح کے سارے کام غلو فی الشخصیات میں داخل ہیں اور ناپسندیدہ ہیں۔

شخصیات میں غلو کی طرح تقویٰ، دین داری اور عبادات میں غلو بھی شریعت کی نگاہ میں نہایت ناپسندیدہ ہے۔ درج ذیل احادیث ملاحظہ ہوں ـــــ ان سے اندازہ ہوگا کہ غلو فی العبادات شریعت میں کس قدر ناپسندیدہ ہے:

۱۔ " عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا۔ قَالَتْ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا اِمْرَأَةٌ"، فَقَالَ : مَنْ هٰذِهِ ؟ قَالَتْ : هٰذِهِ فُلَانَةُ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا۔ قَالَ : مَهْ! عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ۔ فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ اَحَبَّ الدِّيْنِ اِلَى اللّٰهِ مَادَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ"۔

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے تو ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی، آپؐ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: یہ فلاں عورت ہے، جس کی نماز کا بڑا چرچا ہے (یعنی بڑی نمازن ہے، دن رات نفل پڑھتی رہتی ہے رات کو بھی نہیں سوتی) آپؐ نے فرمایا: یہ کسی تعریف کی مستحق نہیں ہے۔ (فرائض کے علاوہ) اتنی عبادت کرو جتنی کہ تم میں طاقت ہو۔ واللہ! اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا، تم خود ہی اکتا جاتے ہو۔ (یعنی عبادت کرتے کرتے انسان بوڑھا ہو جاتا ہے، تھک جاتا ہے اور پھر وہ خود ہی عاجز آجاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے عاجز نہیں آتا۔ وہ تو بہت ثواب دینے والا ہے)" مزید فرمایا: "دین کے کاموں میں پسندیدہ نفلی عبادت وہ ہے جس پر عبادت گزار ہمیشہ قائم رہ سکے"۔ (یعنی جو پابندی کے ساتھ ادا کی جا سکے۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ آدمی چند روز تو خوب لمبی لمبی نمازیں پڑھے اور پھر تھک کر بیٹھ جائے۔ آدمی میں جتنی طاقت ہو، اسی کے مطابق عبادت کرے، اور پھر اس عبادت پر مداومت اختیار کرے)

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

۲۔ "عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ : جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلٰى بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْئَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا۔ قَالُوْا : اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَاَخَّرَ۔ قَالَ اَحَدُهُمْ : اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّي اللَّيْلَ اَبَدًا، وَقَالَ الْاٰخَرُ: وَاَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ اَبَدًا وَلَا اُفْطِرُ، وَقَالَ الْاٰخَرُ : وَاَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : اَنْتُمُ الَّذِيْ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا ؟ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ،

لٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ، وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ، وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین آدمیوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے گھر پر دستک دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات کے بارے میں پوچھا (کہ آپؐ دن رات میں کتنی عبادت کرتے ہیں ؟) جب انہیں (آپؐ کی نمازوں اور آپؐ کی تہجد کی ساری) تفصیل بتائی گئی تو انہوں نے اسے بہت ہی ہلکا سمجھا، بولے: کہاں ہم اور کہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ؟ (آپؐ کا مقام بہت اُونچا ہے) آپؐ کی تو اگلی پچھلی ساری خطائیں معاف ہیں۔ (یعنی آپؐ سراپا عصمت ہیں اور ہم سراپا معصیت۔ ہمارا اور آپؐ کا کیا مقابلہ!

آپؐ کی تھوڑی سی عبادت بھی بہت ہے۔ مگر ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم زیادہ عبادت کریں)۔ اُن میں سے ایک نے کہا: میں تو ساری ساری رات عبادت میں گذاروں گا۔ (اور پل بھر بھی نہیں سوؤں گا، میرے لیے بستر پر لیٹنا حرام) دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا کبھی ناغہ نہیں کروں گا۔ (رمضان کے روزے تو ہیں ہی فرض، باقی گیارہ مہینے بھی روزے سے رہوں گا) تیسرے نے کہا: میں عمر بھر مجرد رہوں گا، شادی بیاہ کے جھنجھٹ میں نہیں پڑوں گا۔ (اس میں پڑنے کے بعد عبادت کا لطف جاتا رہتا ہے) اسی اثنا میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے آپؐ نے پوچھا: کیا تم نے یہ یہ باتیں کہی ہیں ؟ (بعض روایات میں آتا ہے کہ آپؐ نے ان سے پوچھا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم آپؐ کے گھر سے آ رہے ہیں، پھر ساری صورتِ حال بیان کی۔ اور جو کچھ انہوں نے طے کیا تھا، وہ بھی آپؐ سے عرض کر دیا) حضورؐ نے فرمایا: واللہ، میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، تاہم میرا یہ حال ہے کہ میں روزے بھی رکھتا ہوں اور ناغہ بھی کرتا ہوں، (یہاں نفلی روزے مراد ہیں، رمضان کے روزے مراد نہیں) راتوں کو تہجد بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں، اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ (یعنی میری بیویاں بھی ہیں) تو سنو، جس نے میرے طریقے سے منہ پھیرا، وہ میری امت میں شمار نہیں ہو سکتا، اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔"

یہ حدیث قابلِ غور ہے۔ تین صحابہؓ میں سے ایک نے دن کو ہمیشہ روزہ رکھنے کا عہد کیا، دوسرے نے رات بھر عبادت میں مشغول رہنے کا، اور تیسرے نے مجرد رہنے کا۔ یہ دین میں افراط وتفریط تھی، جس سے بدعت کا آغاز ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے انہیں اس غلو سے بڑی سختی سے روک دیا۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

۳۔ "عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ، فَاِذَا حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ۔ فَقَالَ: مَاهٰذَا۔ قَالُوْا هٰذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ، فَاِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ بِهٖ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حُلُّوْهُ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ فَاِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ۔"

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: یہ زینبؓ (ایک صحابیہ) کی رسی ہے۔ (رات بھر عبادت کرتی ہیں) کھڑی کھڑی جب تھک جاتی ہیں تو رسی کا سہارا لے لیتی ہیں (یعنی رسی کے سہارے کھڑی ہوتی ہیں)۔ آپؐ نے فرمایا: رسی کھول دو۔ نماز اسی وقت تک پڑھنی چاہیے جب تک تم میں نشاط اور تر و تازگی باقی رہے جب تھک جاؤ تو آرام کرو، (سو جاؤ)۔"

اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام میں "غُلُوْ فِي الْعِبَادَةِ" کوئی پسندیدہ چیز نہیں، بلکہ بدعت ہے جو گمراہی ہے چنانچہ حضورؐ نے اس کا سدِباب فرمایا۔ عبادت میں غلو نصاریٰ کی نمایاں خصوصیت ہے۔ انہوں نے رہبانیت ایجاد کی۔ ترکِ دنیا کا طریقہ رائج کیا، پہاڑوں میں بسیرا کیا، غاروں میں گھس کر بیٹھ گئے۔ کسی نے اس طرح ہاتھ کھڑا کر دیا کہ کھڑا کھڑا ہی سوکھ کر بے جان ہو گیا۔ کوئی سالہا سال ایک پاؤں پر کھڑا رہتا ہے یا بیٹھا رہتا ہے۔ یہ سب غلو فی العبادۃ کی شکلیں ہیں جو اسلام کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہیں۔ ہمارے ہاں بھی بعض نادان، ہندو جوگیوں اور عیسائی راہبوں کی دیکھا دیکھی اس قسم کی افراط وتفریط کو نیکی سمجھ لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب سرگودھا سے نکلے کہ پیدل چل کر حج کریں گے اور ہر ایک فرلانگ پر یا ایک میل چلنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھیں گے۔ جہاں دو رکعت نماز ادا کرنے کے لیے ٹھہرتے، لوگ جمع ہو جاتے کہ "بڑا اللہ والا ہے۔ حج کے مبارک سفر پہ جا رہا ہے اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دو رکعت نفل پڑھتا

ہے "معلوم نہیں ان صاحب کی نیت کیا تھی، بہرحال خوب واہ واہ اور آؤ بھگت ہوئی معلوم نہیں کہ منزلِ مقصود پر پہنچے بھی یا نہیں ؟ ہاں، ان کی عبادت اور ان کے تدین کا اخباروں میں تو چرچا ہو گیا اور شہرت بھی ہو گئی۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے :

۴۔ "عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا. قَالَ : كُنْتُ اُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ صَلَاتُهٗ قَصْدًا وَخُطْبَتُهٗ قَصْدًا۔"

"حضرت ابو عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا تو آپؐ کی نماز میانہ روی کی مثال ہوتی تھی اور آپؐ کا خطبہ بھی اعتدال کا نمونہ ہوتا تھا۔"

گویا حضورؐ نماز اور خطبہ دونوں میں اعتدال کا خیال رکھتے تھے۔ ایسا نہیں کہ گھنٹوں بول رہے ہیں کہ لوگ اکتا جائیں۔ خاص طور پر جمعہ کے خطبے ہیں۔ ہمارے ہاں خطبے بڑے لمبے ہوتے ہیں۔ لوگ آکر بندھ جاتے ہیں۔ بیٹھے ہوئے اونگھ رہے ہیں اور خطبہ ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ مسجدِ نبوی میں اور بیت اللہ میں خطبہ زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹے کا ہوتا ہے۔ یعنی مختصر بات۔ مطلب یہ ہے کہ خطبوں اور تقریروں میں جمعہ کا خطبہ درمیانی ہونا چاہیئے، اور یہی طریقہ نمازِ باجماعت میں اختیار کرنا چاہیئے کہ نہ بہت لمبی ہو اور نہ اتنی جلدی جلدی ادا کی جائے کہ خیال گزرے کہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" بھی تین دفعہ پڑھی یا نہیں۔ اس طرح سجدے پر سجدہ کیا جا رہا ہے، جیسے مرغ ٹھونگے مار رہا ہے، اور جسے حدیث میں "کَنَقْرِ الدِّیْكِ" (جیسے مرغ کا ٹھونگے مارنا) کہا گیا ہے۔ یہ تفریط ہے عبادت میں۔ اور افراط یہ ہے کہ امام صاحب سجدے میں ایسے گئے، گویا سو گئے۔ باجماعت فرض نماز میں بہت لمبے لمبے سجدے نہیں کرنے چاہئیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ (جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں) کی عادت تھی کہ وہ عشاء کی نماز حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پڑھتے تھے۔ پھر اپنے علاقے میں جا کر اپنی قوم کو عشاء کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اسی طرح عشاء کی نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو پہلی رکعت میں سورۃ البقرۃ شروع کر دی۔ سورۃ البقرۃ بہت لمبی سورت ہے۔ حضرت معاذؓ کو لطف آ رہا ہوگا، پڑھتے ہی چلے گئے۔ ایک کسان جو دن بھر کھیت پر کام کرتا رہا تھا، وہ بھی جماعت میں شریک تھا سورہ البقرہ سُن رہا تھا۔ ایک رکوع، دو رکوع، تین رکوع، سوچتا تھا کہ بس اس رکوع پر تلاوت

ختم کر دی جائے گی۔ مگر حضرت معاذؓ تھے کہ رکوع پر رکوع تلاوت کئے جا رہے تھے۔ بیچارے کسان نے جب دیکھا کہ امام صاحب رکوع میں جانے کا نام ہی نہیں لیتے تو اس نے امام کی اقتداء چھوڑ کر جلدی جلدی اپنی نماز پوری کی اور گھر جاکر سو گیا۔ یہ قصہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہؤا تو حضورؐ نے اس کسان سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! انہوں نے سورۃ البقرہ شروع کر دی تھی۔ میں دن بھر کھیت پر محنت مشقت کرنے کے بعد تھکا ہارا لوٹا تھا، میرے لیے اتنی لمبی نماز میں شامل رہنا بے حد مشکل تھا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ سے مخاطب ہو کر غصے میں فرمایا: "اَفَتَّانٌ اَنْتَ یَا مُعَاذ۔" (اے معاذ، تم لوگوں کو فتنے میں ڈالنے والے ہو؟) تم نے اتنی لمبی سورۃ شروع کر کے مقتدیوں کو آزمائش میں ڈال دیا۔ دیکھو "وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی" یا اسی طرح کی اور سورتیں مثلاً "سورۃ الاعلیٰ" یا "سورۃ الغاشیۃ" پڑھ لیا کرو۔ لمبی لمبی سورتیں مت پڑھا کرو۔ امام کے پیچھے ضعیف بھی ہوتے ہیں، کمزور اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں، غرض ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ہر ایک کا خیال رکھنا چاہیے۔ اس طرح حضورؐ نے غُلُو فی التقویٰ یا غلو فی الدین یا غُلُو فی العبادۃ کا سدِ باب فرمایا۔ نماز میں اس قدر دیر کرنا کہ لوگ تھک کر پریشان ہو جائیں، غلط ہے۔ اسی طرح نماز میں جلد بازی بھی غلط ہے۔

(جاری ہے)

اقوالِ زریں

- اگر تمہارا کھانا حسبِ خواہش نہ ہو تو اسے برا نہ کہو ——— حدیثِ نبویؐ
- زیادہ ہنسنا موت سے غفلت کی نشانی ہے ——— حضرت عمر فاروقؓ
- خوش بخت کو آخرت کا، اور بدبخت کو دنیا کا غم ہوتا ہے ——— حضرت علیؓ
- زبان کی لغزش قدموں کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہے ——— حضرت عثمان غنیؓ
- بہترین فضیلت زبان کی حفاظت ہے ——— ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ
- دل آزاری سب سے بڑی معصیت ہے ——— بوعلی سینا
- خاموشی اور کم گو آدمی کا ہر جگہ اور ہر وقت استقبال ہوتا ہے ——— بوعلی سینا
- عقل کی حد ہو سکتی ہے۔ مگر بے عقلی کی حد نہیں ——— بوعلی سینا

مرسلہ:— خادم حسین پردیسی، الرّیاض، سعودی عرب